ہم نہ تجھے پہچانے

بارگاہِ رسولؐ میں نذرانۂ عقیدت

جناب شمس نوید عثمانی

تو تھا خدا کا "حرفِ آخر" مانے کوئی نہ مانے
تیری نوا سے ہوش میں آئے صدیوں کے دیوانے
سنتے سنتے سوئے لیکن ہم تیرے افسانے

چھوٹ چلے لرزاں ہاتھوں سے ایماں کے پیمانے
ہم نہ تجھے پہچانے

تیری نظر کے سوز سے پگھلا برفیلا اندھیارا
تیری فغانِ نیم شبی سے کانپ اٹھا جگ سارا
ہم لیکن سینوں میں لئے ہیں دل کا بجھا انگارا

سوزِ حقیقت سے خالی ہیں خوابوں کے ویرانے
ہم نہ تجھے پہچانے

غارِ ثور کو اوجِ یقیں پر اڑھانا سکھلایا
جنگ و جدل کو گھائل لب سے رازِ وفا سمجھایا
طائف کے پتھراؤ سے دل کے شیشے کو ٹکرایا

جو تھے خون آشام درندے رتبے بنے پروانے
ہم نہ تجھے پہچانے

تیری پرستش کو آمادہ تھے سرکش شیطان،
تو چلایا "صرف نبی ہوں اور عاجز انسان"،
خود ہی معصومانہ دعویٰ! خود روشن برہان!!

بارِ نبوت، مہرِ نبوت تیرے مقدس شانے!
ہم نہ تجھے پہچانے

خود ہی آخری ناوک افگن خود پہلا نخچیر
خود ہی جس منزل کا داعی خود اس کا رہگیر
خود حسنِ ایماں کا مصور، خود اس کی تصویر
ایسی حقیقت "زندہ حقیقت" کب دیکھی دنیا نے
ہم نہ تجھے پہچانے

عجز میں سب سے عاجز بندہ، عظمت میں شہزادہ
[illegible] قدموں سے زمیں پر پیشِ خدا استادہ
سلطنتیں دنیا کو بخشیں فقر کا خود دلدادہ
خود کانٹوں کی سیج پہ لیکن پھولوں کے نذرانے
ہم نہ تجھے پہچانے

تو ہی نہیں تو کون سکھائے جینے کے انداز
رگِ عمل سے ڈوب چلی ہے دھڑکن کی آواز
سونی ہوئیں ایماں کی فضائیں شل ہیں پر پرواز
دم ہے فسانہ گو کا لبوں پر، زندہ ہیں افسانے
ہم نہ تجھے پہچانے

کاش خدا کی قدرت سے تو سن لے مری فریاد
خاک سے اٹھ کر خاک کو چھو لے آہِ دلِ برباد
ہم بربادوں کو تو کر لے اپنی دعا میں یاد
پھر سے چھلک جائیں گیتی پر رحمت کے پیمانے
ہم نہ تجھے پہچانے